پاکستان میں عوام میں خوف کو کیسے کم کیا جائے؟۔

"خوف" تو دراصل نتیجہ ہے اس سوال کا جو کبھی پوچھا ہی نہیں گیا۔ اور اس کے دو معنی ہیں!

1۔ "ہر چیز کا سامنا کرو اور حکومت کرو، یا

2۔ ہر چیز سے ڈرو، اور بھاگ جاو"

سوال اس بھی آگے کا ہے کہ خوف پیدا ہوتا کیوں ہے اس نقطہ پر غور و فکر کرنے سے حل تلاش کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ خوف کی مختلف اقسام اور وجوہات ہو سکتی ہیں مثلا پیٹ خالی رہنے کا خوف جو تمام خوفوں کی ماں ہے یعنی خراب معیشت کا خوف، عزت کا خوف، غربت کا خوف، موت کا خوف، ایسے بے شمار خوف ہیں جو انسانوں نے پال رکھے ہیں مگر ہم صرف ایک پر غور کرتے ہیں یعنی۔

۔ **پیٹ بھرنے کا خوف جو تمام خوفوں کی ماں ہے۔** یعنی خراب معیشت کا خوف

میرے نزدیک سب سے پہلے پیٹ بھرنے کا خوف یا عدم معاشی استحکام کا خوف اگر دور کر دیا جائے تو انسانیت کو تمام پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ یہ وہ خوف ہے جو باقی تمام خوفوں پر حاوی ہے یا سب کی بنیادی وجہ بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بری معاشیات بڑی سے بڑی اخلاقیات کا جنازہ اٹھا دیتی ہے۔ دوسری طرف بری اخلاقیات بڑی سے بڑی معیشت کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔ ہر معاشرے میں معاشی عدم توازن کی وجہ سے افراتفری اور بے چینی پھیلتی ہے۔ جس کو روکے بغیر اور معاشرے میں عدل و انصاف کے نظام کے قیام کے بغیر معاشرے میں بھائی چارہ، استحکام یا معاشی مساوات قائم نہیں کی جا سکتی جس کی وجہ سے انسان اور انسانیت معاشرے میں ذلیل و رسوا ہوتی ہے۔ یہ مسلمانوں کا خوف ہی تو ہے جو اپنا آزمودہ "بنا سود معاشی نظام" کے ہونے کے باوجود اس کے نفاذ میں کوتاہی برت رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں یاد دیہانی کے لئے فرمایا" سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا، ۔۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا۔

علم، منطق اور میٹھے الفاظ لوگوں کے دلوں کی کنجی ہوتے ہیں۔ پچھلے 1400 سالوں سے یہودی، عیسائی اور مسلم معاشرے نامعلوم خوف اور ایک دوسرے کے بارے میں ذہنوں میں شکوک و شبہات کی وجہ سے تنزلی کا شکار ہیں بلخصوص مسلم معاشرہ۔ دنیا میں امن و سکون اور بغیر خوف کی زندگی گزارنے کے لیے کام کرنے کی موجودہ ترتیب کو درست کرنا ہو گا اپنے شکوک و شبہات کو پس پشت ڈالنا اور انسانیت کو سامنے رکھنا ہو گا، اور گھوڑے کو گاڑی کے آگے جوتنا ہو گا تب جا کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

بحثیت انسان ہم سب اللہ تعالیٰ کے دنیا میں نمائندے ہیں اور اس کے مقدس صحیفوں کے پابند ہیں جیسا کہ تورات، زبور، بائبل اور قرآن میں مذکور ہے۔ یہاں میرے ذہن میں ایک سوال آیا کہ پھر ہم ایک دوسرے سے کیوں لڑ رہے ہیں؟ اور کس لیے؟ خدا کی طرف سے احکام یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں اور مسلمانوں کے لیے مختلف نہیں ہو سکتے اور سب ایک اللہ تعالیٰ کے سچے ماننے والے ہیں سوائے ہندوؤں کے جن کے پاس متعدد خداوں کا تصور ہے۔ تنقید کرنا، ایک دوسرے میں خامیوں کو تلاش کرنا یقیناً انتشار، بے عزتی، نفرت یہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ ہو گا۔

اللہ تعالی کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے، نہ صرف اسے خوش کرنے کے لیے بلکہ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہم زمین پر اس کے وفادار اور سچے سفیر ہیں اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ تو ایک سچے مومن کے طور پر پہیے کو دوبارہ ایجاد کرنے کے بجائے، اپنے سوچنے کے نقطہ نظر، انداز اور عمل کو بہتر بنائیں اور بے چینی کی اصل وجہ جو انسانوں نے مختلف قسم کے خوف کے بت پالے ہوئے ہیں انہیں توڑنا ہوگا۔ حل جو میں نے دریافت کیا ہے وہ یہ ہے کہ خراب معاشیات معاشرے میں بے سکونی اور افراتفری کی ماں ہے، دنیا میں تفاوت کی جڑ ہے اور چند مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں میں دولت کا جمع ہونا ہے۔ جب تک اہل علم سامنے سے رہنمائی نہیں کرتے اور موجودہ سودی معاشی نظام اور سیاسی نظام کے متبادل نظام پیش اور تبدیل نہیں کرتے دنیا موجودہ افراتفری، انتشار اور بے چینی کا شکار رہے گی۔

اسی لئے کمزور مومن کو اللہ تعالیٰ نے بھی پسند نہیں فرمایا۔ اور اللہ تعالی نے انسان کو انسان کے استحصال سے بچانے کے لئے بنا سود معاشی نظام کا مکمل حل پیش کیا ہے۔ جس کے عملی نفاذ کا مظاہرہ دنیا آج سے 1400 سال پہلے دیکھ چکی ہیں۔ قرآن البقرہ کی آیت نمبر 3 اللہ تعالی فرماتا ہے" جو لوگ (مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈیاں) جیسے ادارے قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں" اگر اس آیت پر تفکر و تدبر کیا جائے تو یہ ایک بھرپور بنا سود معاشی نظام کی نشاندہی کرتی ہے۔ الحمداللہ ہماری ٹیم نے اس پر تفکر اور تدبر کے بعد عملی طور پر اس نظام پر بہت کام کر چکی ہے اور جزوی اور تجرباتی طور پر بنا سود معاشی نظام کا پاکستان میں آغاز کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کے لیے پہلی حدیث **(إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)** کا جو انتخاب کیا اس میں بڑی حکمت ہے۔ جس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں نے فرمایا**" کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے"**۔ دراصل یہ موجودہ انتظامی نظام جو "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" والا نظام کے متبادل ایک منظّم انتظامی نظام ہے (مینجمنٹ سسٹم) جس کی بنیاد اخلاقی اقدار پر رکھی گئی ہے۔ اس کے اوپر تحقیق ہونی چاہیے تھی مگر تن آسان مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری سے غفلت برتی ہے اور یوں دنیا کی امامت مسلمانوں سے چھن گئی۔ اب بھی وقت ہے شاید پہلے سے بھی بہتر کہ دوبارہ سے تحقیق کو اختیار کر کے دنیا کی رہنمائی حاصل کی جائے۔ اور یاد رکھیے جب تک مسلمان اس متبادل نظام پر تحقیق اور کم از کم اپنے ملک میں عملی طور پر نافذ نہیں کرتے ہر طرح کے خوف ان کا پیچھا کرتے رہیں گے اور انسانیت مفاد پرستوں کے ہاتھوں پریشان ہوتی رہے گی۔ اب حکومتی سطح پر کون ہے جو اس نظام کو اختیار کرے؟ اصل سوال یہ ہے؟

خیر اندیش

ارشد نعیم چوہدری۔

کویت۔ 2-11-2023